قاضی محبؒ اللہ بہاری اوران کے نظریہ تقلید پراجمالی تبصرہ

تحریر: ڈاکٹر ساجدہ محمد حسین بٹ

صانع کبریا کی صناعی پر غوروفکراور تدبر بھی عبادت ہے وہ خود فرماتا ہے: جس نے مجھے دیکھنا ہے وہ میری صناعی کو دیکھے۔ اس کی تخلیقات میں سب سے افضل تخلیق انسان ہے۔ انسانوں میں افضل البشر حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو تاریکی، جہالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکالا۔ انہیں نور ورشد الہی کی تعلیم دی۔ یہی نور معرفت وہدایت آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب مکرم رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین اور علماء کی وساطت سے کرۂ ارض پر پھیلا۔ یہ علمائے علم وفن فلک شہود کے وہ درخشاں ستارے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالی نے دین اسلام کو وسعت بخشی۔ ان کی محنت شاقہ اور سعی پیہم سے دین اسلام اکناف واطراف عالم میں نہ صرف پھیلا بلکہ اپنی اصل صورت میں محفوظ بھی رہا۔ انہیں نادرہ روزگار علماء میں سے ایک نابغہ ہستی قاضی محبؒ اللہ بہاری کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ کی گراں قدر خدمات سے اوراق کتب تذکرہ وسیئر نازاں ہیں۔

اسم گرامی، لقب: آپ کا اسم گرامی محبؒ اللہ بن عبدالشکور ہے صوبہ بہار کا باشندہ ہونے کی بنا پر آپ کی نسبت بہاری ہے(۱) آپ اگرچہ کوئی تخلص نہیں رکھتے تھے۔مگر لقب "فاضل خان" تھا جو آپ کو شاہ عالم محمد معظم بہادرشاہ اوّل شہنشاہ ہند کی طرف سے ملا تھا(۲)

مولدو مسکن: قاضی محب اللہ بن عبدالشکور بہاری (م ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) صوبہ بہار کے مضافات محب علی پور میں کڑا/کڑہ کے مقام پر پیدا ہوئے(۳) جس کا موجودہ نام "حیدر آباد گنج ہے"(۴)

قاضی صاحبؒ کا مولدو مسکن وہ مقام ہے جسے زمانہ قدیم میں بدھ دھرم کی علمی ومذہبی عالمگیر دانش گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس علاقہ بالخصوص اس کے مقام کڑا کو دین اسلام

کاملک گیر اہم ملی ومذہبی مرکز ہونے کا افتخار بھی حاصل ہوا۔

بیشتر ماخذ و مصادر کی رو سے آپ "ملک" قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے (۵)

وعشيرة القاضی تعرف بملك (٦) وعشيرته تعرف بالملك (٧)

عشيرةالقاضی بملك (٨) قبیله ملک متولدشد (٩)

اور باہر سے آکر یہاں آباد ہوئے جبکہ بعض کتب مصادر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملکوں کے جد امجد محمد ابراہیم بن ابوبکر (۱۱۳۵ ھ / ۱۷۵۲ء) عرف ملک بیا (بیّو) محمد تغلق کے عہد میں بحیثیت سپہ سالار آئے (۱۰) اور یہیں پیوند خاک ہوئے۔ ان کا مزار قصبہ بہار میں پہاڑ پر واقع ہے (۱۱) مگر اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملکوں کی کوئی خاص قوم نہیں تھی بلکہ یہ لقب تھا جو بادشاہ امراء کو دیا کرتے تھے۔ "ملقب" اور "تعرف" اس قیاس کو مزید قطعی بناتے ہیں جبکہ حتمی تقویت و قطعیت مولانا اویس عالم قاسمی در بھنگہ (بہار) کے اس قول سے ملتی ہے کہ "علامہ کے خاندان کا اس زمانہ میں تو پتہ نہیں ہے البتہ ملک خاندان وہاں اور قرب وجوار میں کثرت سے آباد ہے" (۱۲)

گویا آپ کا کنبہ معدوم ہے البتہ خاندان / برادری آباد ہے۔ اس ساری گفتگو سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ سادات شیوخ میں سے تھے اور "ملک" لقب تھا، جو آپ کے قبیلہ کا لقب ہوگا کیونکہ آج بھی صوبہ بہار میں سادات شیوخ عربی اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، جعفری، درانی وغیرہ سب آباد ہیں (۱۳)

تحصیل علم: آپ نے ابتدائی کتب درسیہ علمائے عصر سے پڑھیں۔ درجۂ ابتدائیہ کی تعلیم مدرسہ قطب الدین سہالوی میں حاصل کی۔ جہاں مولانا قطب الدین السہالوی الانصاری سے فیض حاصل کیا۔ یہاں سے استفادہ کے بعد آپ نے درجہ منتہی کی تعلیم مدرسہ قطب الدین شمس آبادی میں حاصل کی۔ آپ کی نسبت مولانا صاحب سے دوگونہ تھی کیونکہ وہ بھی مولانا قطب الدین سہالوی کے شاگرد ارجمند تھے۔ ان ماہرین علوم عقلی و نقلی کی تربیت و تہذیب اور تأدیب نے آپ کی صلاحیتوں میں وہ نکھار پیدا کیا کہ جس کے نتیجہ میں آپ کے قلم سے وہ لافانی تخلیقات منظر عام پر آئیں جو اب بھی اپنی لازوال شان و شوکت کو اسی آب و تاب سے قائم رکھے ہوئے ہیں جو تیں۔ صدیاں پیشتر روز اول انہیں حاصل تھی۔

ہمارے ایک ماخذمیں آپ کےاسم گرامی کےساتھ حافظِ محبّ اللہ بہاری لکھا گیا ہے(۱۴)اس بات کو تقویت اس امر سے ملتی ہے کہ "مسلم الثبوت" میں جس مہارت وممارست سے آپ نے قرآن مجید کے حوالہ جات دئیے ہیں اور جس گہرائی اور گرائی سے اعلی پیمانے پر بکثرت دیئے ہیں وہ بغیر تحفیظ قرآن مجید کے ممکن نہیں چنانچہ گمان اغلب یہی ہے کہ آپ حافظ قرآن مجید بھی ہونگے۔

آغاز ملازمت اور انتہائے ملازمت: جملہ علوم وفنون میں تکمیل کے بعد آپ دکن گئے جہاں اورنگ زیب عالمگیر مہمات دکن سر کرنے میں مصروف تھا اس نے آپ کی علمی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے آپ کو قضاء لکھنو کا عہدہ تفویض کیا یوں آپ کی ملازمت کا آغاز ہوا۔ کتب ماخذ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیثیت قاضی مجموعی طور پر آپ کی تین تقرریاں ہوئیں۔ آپ کی ابتدائی تقرری زیادہ عرصہ بعض ناگوار وجوہ کی بنا پر برقرار نہ رہی جبکہ بعض کتب مصادر اس امر پر روشنی ڈالتی ہیں کہ آپ کو یہاں سے منتقل کردیا گیا(۱۵) تاہم لکھنو سے معزولی کے بعد آپ دوبارہ حیدر آباد دکن کی قضاء پر معمور کئے گئے مگر یہاں بھی آپ چند اراکین سلطنت کی سازش پر دوبارہ معزول کردیئے گئے لیکن چند اراکین دولت عالمگیری کی سفارش پر عتاب عالمگیری سے نجات مل گئی۔ قضاء حیدر آباد (دکن) کے بعد شہزادہ رفیع القدر پسر شاہ عالم محمد معظم بہادر شاہ اول(۱۶۹۷ء-۱۷۰۷ء) کے استاد مقرر ہوئے اور اپنے شاگرد عالم تاب کے ہمراہ کابل تشریف لے گئے جہاں آپ کابل کے قاضی مقرر ہوئے(۱۶) آپ کے علم وفضل، عمدہ کارکردگی اور بے لاگ منصفانہ فیصلوں کے باعث آپ کو کابل سے واپسی پر(۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء)میں محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اول نے تخت نشینی کے بعد "صدارت عظمی" کا عہدہ عطا کیا(۱۷)مگر چند کتب مصادر کے مطابق آپ کو "قاضی القضاۃ"(۱۸) کا عہدہ عطا ہوا۔ ممکن ہے آپ کو قلیل عرصہ دونوں فرائض کو انجام دینا پڑا ہو۔

سانحۂ ارتحال اور آخری آرام گاہ: قانون فطرت کے مطابق ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے چنانچہ اس امر الہی کے تحت آپ بھی اس دور فانی سے ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء کو دار ابدی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات سے سلطنت مغلیہ

اور علمی وادبی دنیا ایک عظیم المرتبت منصف ومصنف، محقق و معلم اور عالم سے محروم ہو گئی
آپ کی تاریخ وفات "قاضی محب مولوی محبّ اللہ" (۱۹) رفتہ سوی ارم محب اللہ بہاری"
(۲۰) اور "شیخ دبیر" (۲۱) لکھی گئی ہے۔

اس سرائے فانی میں آپ کی آخری آرام گاہ احاطہ مزار شاہ فرید الدین طویلہ بخش محلہ چاند پورہ بہار شریف ہے۔(۲۲)

آپ کی تصنیفات: آپ کی عمدہ اور اعلی تخلیقات حسب ذیل ہیں:

۱. الجوهرالفرد (جزء لايتجزى)
۲. رسالةحل المغالطات العامةالورود۲۳ /رسالةمن المغالطات العامةالورود
۳. رسالة فى العلم الطبعى۲۴
۴. رسالة فى اثبات ان مذهب الحنفيةابعدمن مذهب الشافعية
۵. رسالة الطفرة(۲۵)
۶. الفطرة الالهيةشرح الحكمةالجامعة
۷. سلم العلوم
۸. مسلم الثبوت
۹. منهيةعلى سلم العلوم(۲۶)
۱۰. منهيةعلى مسلم الثبوت
۱۱. الافادات(۲۷)

یہ وہ رسائل وکتب ہیں جن کی تخلیق آپ کی حیات لافانی کا سبب بنی اور آپ کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔

یہاں قاضی صاحب کی اہم اور منفرد کتاب مسلم الثبوت میں بیان کردہ نظریۂ تقلید پر کسی قدر روشنی ڈالی جائے گی تاکہ تین صدیوں سے مسلسل درس نصاب درجہ منتہی میں شامل رہنے والی اہم اورادق کتاب کے اس نکتہ پر قاضی صاحب کے خیالات کو بیان کیا جاسکے۔

تقلید

تقلید کے عنوان کے تحت قاضی صاحب نے اگرچہ معمول سے بڑھ کر اختصار وایجاز

سے کام لیا ہے تاہم اس مختصر گفتگو سے جو نکات سامنے آتے ہیں انہیں یہاں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

تقلید کی تعریف

لغوی طور پر تقلید کا لفظ "القلادة " سے ماخوذ ہے یہ وہ پٹہ/ہار ہے جس کو انسان دوسرے کے گلے میں ڈالتا ہے۔ لہذا تقلید کے لغوی معنی پٹہ/ہار پہنادینا ہونگے(۲۸)
علماء حضرات نے اصطلاحی طور پر تقلید کی متعدد تعریفات بیان کی ہیں۔مثال کے طور پر:

۱. العمل بقول الغیرمن غیر حجةملزمة(۲۹)

۲. العمل بقول من لیس احدی الحج بلاحجة(۳۰)

۳ قبول قول القائل وانت لاتعلم من این قاله فقال(۳۱)

صاحب مسلم الثبوت نے اس کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

التقلیدالعمل بقول الغیر من غیر حجةکاخذالعامی(۳۲)

ان تعریفات میں حجةملزمة کی قید سے مراد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے قول رسول ﷺ یا اجماع کی طرف رجوع، یا عامی کا مفتی کی طرف، یا قاضی کا قول عدول کی طرف رجوع، کو اصطلاحاً تقلید نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک حجة ملزمة ہے۔
مگر معظم اصولیین اور امام الحرمین کے نزدیک عامی مقلد ہے لیکن مجتہد مقلد نہیں ہے(۳۳)

تقلید کا حکم

تقلید میں چونکہ بغیر کسی دلیل کے کسی کے پیچھے چلنا ہوتا ہے اور یہ کہ شریعت میں تقلید کو بنیادی طور پر مذموم سمجھا گیا ہے۔ تقلید مسلمانوں کی جماعتوں میں مذموم تعصب پیدا کرتی ہے جو اس پر زیادتی کا باعث ہے چنانچہ احکام کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ عقلی اور ۲۔ شرعی

عقلی مسائل میں تقلید جائز نہیں ہے جیسے وجود باری تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت(۳۴) اکثریت جیسے العنبری اور بعض شوافع کے نزدیک جائز ہے اور ایک گروہ کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک نظر اًحرام ہے۔(۳۵) تاہم علماء کے مابین اختلاف

پایا جاتا ہے۔

چنانچہ علماء کے درمیان پیدا شدہ اختلاف کے باعث شرعی فرعی احکام میں تقلید کے سلسلہ میں حسب ذیل قول پائے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک فریق کے نزدیک مطلقاً جائز ہے چنانچہ ان حضرات کے مطابق ہر مکلف پر اجتہاد کرنا، اس کے وسائل وذرائع کو سیکھنا واجب ہے (۳۶)

۲۔ ایک فریق کے نزدیک مطلقاً واجب ہے۔ اجتہاد پر قدرت رکھنے والے اور غیر قادر دونوں پر واجب ہے (۳۷)

۳۔ بعض کے نزدیک عامی کے لئے واجب ہے مجتہد کے لئے حرام ہے۔ معظم اصولین، ائمہ اربعہ اور اکثر متکلمین اسی کے قائل ہیں، جبکہ الاشعری اس کے خلاف ہیں (۳۸)

تقلید کا جواز: اس عنوان کے تحت مسلم الثبوت کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحبؒ تقلید کے قائل ہیں (۳۹) اور اس کے جواز پر آپ نے اجماع نقل کیا ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ جو مسئلہ اجماعی مسئلہ بن جائے وہ بہت قوت والا ہوجاتا ہے۔ ایک عام آدمی جو کتاب وسنت اور اجماع سے ناواقف ہے اس کیلئے ممکن نہیں کہ وہ بذات خود تتبع اور استنباط کرے۔ لہذا وہ لازماً کسی فقیہہ یا مفتی کی طرف رجوع کرے گا تاکہ مسئلہ کا حل معلوم کرسکے۔ فقیہہ جب اسے مسئلہ کا حل بتادے گا تو وہ اس کی اتباع کرے گا۔ فقیہہ کا قول صریح نص سے ماخوذ ہوسکتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ نص سے مستنبط ہو یا کسی منصوص پر قیاس کیا گیا ہو۔ یہ تمام صورتیں چونکہ رسول اللہ ﷺ سے منصوص کی صورتیں ہیں اور یہ روایت دلالۃً ہے۔ اس کی صحت پر ابتداء ہی سے تمام امت کا اتفاق قائم رہا ہے اور اب بھی ہے۔ لہذا تقلید کے وجوب کے لحاظ سے زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے امت کے جو طبقات ہمارے سامنے آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جو تمام ابواب شرع میں صلاحیت اجتہاد رکھتے ہوں (۴۰)

۲۔ وہ لوگ جو تمام ابواب شرع کے بجائے بعض ابواب/مسائل شرع میں صلاحیت اجتہاد رکھتے ہوں (۴۱)

۳۔ وہ علماء جو بعض ایسے علوم کا علم رکھتے ہوں جو اجتہاد میں معتبر ہیں لیکن انہیں

مجتہد کا مقام حاصل نہ ہو(۴۲)

۴۔ عامی محض یعنی وہ جسے اجتہاد میں معتبر علوم میں سے کوئی علم نہ آتا ہو(۴۳)

چنانچہ متذکرہ طبقات میں سے اول الذکر طبقہ کیلئے تقلید حرام ہے۔ بعض وہ علماء ہیں جو اجتہاد میں تجزی کے قائل نہیں ہیں ان کے ہاں ثانی الذکر طبقہ کیلئے تقلید مطلقاً واجب ہے جبکہ وہ حضرات جو اجتہاد میں تجزی کے قائل ہیں ان کے نزدیک صرف ان مسائل میں جن میں انہوں نے خود اجتہاد سے کوئی رائے قائم کی اس پر تقلید حرام ہے(۴۴) باقی مسائل میں تقلید واجب ہے۔ اور یہی صحیح مذہب ہے(۴۵) طبقہ ثالث کیلئے صحیح یہ ہے کہ ان کیلئے وہی حکم ہے جو عامی کیلئے ہے۔ مگر محققین اصولین کے ہاں تقلید واجب ہے جیسا کہ:

غیرالمجتهدالمطلق ولویلزمه التقلیدعلیه من الاجتهادیات علی التجزی ومطلقاً علی نفیه(۴۶)

جبکہ مؤخرالذکر طبقہ کیلئے تقلید واجب ہے۔ تیسرے اور چوتھے طبقات کے متعلق بعض معتزلہ کی یہ رائے ہے کہ انہیں تقلید اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ کسی مجتہد کے اجتہاد کی صحت دلیل سے معلوم کرلیں لیکن اس کے بعد قاضی صاحب کا لکھنا

قضاالحکم موقوف علی عدم المعارض وهوغیرعالم(۴۷)

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بغیر تصدیق تقلید کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر ان چاروں طبقات کا بنظر غائر تجزیہ کیا جائے تو یہ دو طبقات بن جاتے ہیں۔

۱۔ مجتہد اور ۲۔ عامی

ان کا حکم یہ اخذ ہوتا ہے کہ مجتہد کیلئے تقلید حرام ہے جبکہ عامی کیلئے واجب ہے۔ لیکن ابن حزم کے مطابق:

انما یتم فی من له ضرب من الاجتهادولو فی مسئلة واحدة(۴۸)

یعنی جو کسی ایک مسئلہ میں بھی مجتہد ہو اسے اس ایک مسئلہ میں بھی تقلید حرام ہے جو صرف اجتہاد کے بعض علوم کا علم رکھتا ہے اس پر بھی تقلید حرام ہے اور جو اجتہاد کے بعض علوم کے ساتھ دیگر علوم وفنون کا ماہر ہو یعنی غیر مجتہد عالم وہ بھی آپ کے نزدیک عامی ہی کی فہرست میں شامل ہے(۴۹) مزید براں یہ کہ مجتہدین کی جو اقسام بیان کی گئی ہیں ان میں آخری درجہ کے مجتہد (مجتہد فی المذہب) کے نچلے درجہ کے تمام لوگ عامی صرف یا محض میں

شامل ہیں اس لئے کہ

مالم یعلم من این قلنا (۵۰)

عامی کے بھی حسب ذیل تین درجے ہیں:

۱۔ عامی صرف المحض، جسے کوئی علم نہ آتا ہو (۵۱)

۲۔ وہ عالم جسے اجتہاد میں بعض معتبر علوم کا علم حاصل ہو (۵۲)

۳۔ وہ عالم جو اجتہاد میں معتبر علوم کے علاوہ دیگر علوم وفنون کا عالم ہو (۵۳)

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا بھی وہی مسلک ہے جو ائمہ اربعہ کے اکثر متبعین کا ہے (۵۴) یعنی مجتہد کیلئے تقلید حرام ہے اور عامی کیلئے واجب۔

تقلید جن کیلئے حرام ہے: وہ لوگ جن کیلئے تقلید حرام ہے۔ فاضل مؤلف کے نزدیک حسب ذیل ہیں:

۱۔ وہ شخص جو خواہ صرف ایک ہی مسئلہ میں اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو اسے صرف اسی مسئلہ میں تقلید حرام ہے۔ (۵۵)

۲۔ جو شخص یہ علم رکھتا ہو کہ آنحضورﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا اور اس سے منع فرمایا اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ امر و نہی اور نسخ میں سے کیا ہے۔ اور وہ احادیث مخالف وموافق کے اقوال کا تتبع کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور یہ بھی علم رکھتا ہو کہ متبحر علماء کی کثیر تعداد نے اسے اختیار کیا ہے۔ جبکہ مخالف کے پاس قیاس یا استنباط جیسے دلائل کے علاوہ اور کوئی قوی حجت نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اس کو اختیار کرنا منع ہے۔ اس صورت میں آپ نے اسے **اعزمن الکبریت الاحمر، وان جهل علمه،** اور **دون عدالته** (۵۷) لکھا ہے۔

اور

**لوسلم عدمه وهوالحق فی الفرق ان العدالةهوالغالب
فی المجتهدین بخلاف الاجتهادفی العدول (۵۸)**

۳۔ وہ عامی جو ایک معین فقیہہ کی تقلید کرتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس جیسے شخص سے خطاء ممکن نہیں اور اس نے جو کہا ہے یقیناً صحیح کہا ہے۔ اور دل میں عزم کرلیا ہے کہ ہر ممکن طور پر اس کی تقلید کرے گا خواہ اس کے خلاف ہی دلیل سامنے کیوں نہ آجائے (۵۹)

یہ چیز مقالہ نگار کی نظر میں

اتخذوااحبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ کی مصداق ہے۔

۴۔ وہ شخص جو یہ جائز نہ سمجھتاہو کہ کوئی حنفی کسی شافعی سے یا کوئی شافعی کسی حنفی سے کوئی مسئلہ دریافت کرے یا تقلید کرے۔اس لئے کہ اس نے قرون اولی کے اجماع کے خلاف کیااور تابعین کی مخالفت بھی کی(۶۰)

عامی کا حکم: اگر کسی عامی کو کوئی مسئلہ درپیش آتا ہے تووہ کسی مجتہد سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کرلےاس ضمن میں یہاں تک توسب کا اتفاق قائم ہے(۶۱)لیکن اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس سے رجوع کر کے کسی دوسرے مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرے۔ اس مسئلہ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا مسئلہ پیش آئے تواس صورت میں کسی دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کرسکتا ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اگرچہ اختلاف پایاجاتا ہےمگر مختار یہی ہے کہ جائز ہے(۶۲)قاضی صاحب اپنی رائے کااظہاراس طرح کرتے ہیں:

اقول یدل علیه التثلیث فی الالتزام فان وجوده
لیس اولی من عدمه ضرورةتدبر(۶۳)

قاضی صاحبؒ بھی اسے جائزقراردیتے ہیں۔ یہ حکم عامی کیلئے ہے خواہ اس نے کسی مذہب کواختیار کیاہو یانہ کیاہو۔

۲۔ عامی اگر کسی مسلک کا سختی سے پابندہے تواس مسلک کی مخالفت اس کیلئے جائز ہے یانہیں اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ امام نوووی کے مطابق اس مسلک کی مخالفت جائز نہیں۔

۳۔ اگرعامی کسی معین مذہب کاپابند نہیں تو کیا اسے اختیارہے یا نہیں، کہ وہ جس مذہب کی چاہے تقلید کرے۔اس ضمن میں بھی اگرچہ اختلاف پایاجاتا ہےمگرمختار یہی ہے کہ جائز ہے۔ اس سلسلہ میں جو اختلاف پایاجاتا ہےاس کی بناء یہ ہے کہ عامی کیلئے مذہب معین کاالتزام ضروری ہے یانہیں۔اور کیا تمام علماء اس مذہب کی تقلید کوضروری ٹھہراتے ہیں یا نہیں۔علامہ سبکی کے نزدیک واجب ہے(۶۳)مگرقاضی صاحبؒ تحریرابن ھمام کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام نوووی کے نزدیک بتقاضائے دلیل ضروری نہیں بلکہ تلفظ رخص کے بغیر جس سے چاہے فتوی لے سکتا ہے۔(۶۴) لیکن صاحب مسلم کے نزدیک بتقاضائے

دلیل ضروری نہیں ہے(٦٥)

امام نوووی کے نزدیک اگر عامی نے کسی معین مذہب کی پابندی کرلی تو بھی اس کیلئے اس مذہب سے نکلنا جائز ہے(٦٦) جس کی صراحت قاضی صاحبؒ اس طرح فرماتے ہیں:

وکان علیه السلام یحب ماخفف علیهم انتهیٰ(٦٧)

اور پھر ابن عبدالبر اور امام احمد کے مسلک کو بیان کرکے اپنی رائے ان لفظاظ میں بیان کرتے ہیں:

وعن ابن عبدالبرانه لا یجوزللعامی تتبع الرخص اجماعافاجیب بالمنع اذفی تفسیق متبع الرخص عن احمد روایتان وماأورد ربمایکون للمجموع یقل به احدفیکون باطلااجماعاً کمن تزوج بلا صداق ولا شهود ولا ولی فاقول مندفع العدم اتحاد المسئلةولانه لوتم لزم افتاء مفتیٍ بعینه(٦٨)

عامی کی تقلید: قاضی صاحبؒ مذاہب اربعہ کی تقلید تک محدود رہنے کو تو واجب ٹھہراتے ہیں مگر مذہب معین کی پابندی اس کیلئے ضروری نہیں سمجھتے سوائے اس صورت کے کہ وہ عامی جس جگہ موجود ہے وہاں ایک مذہب کے عالم یا علماء کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کا کوئی عالم موجود نہ ہو(٦٩) مزید یہ کہ وہ اسے جائز قرار دیتے ہیں کہ عامی نے اگر ایک مذہب کا التزام کرلیا ہے تو چند مسائل میں کسی دوسرے امام کی تقلید کرلے بشرطیکہ مقصد اتباع ھوی نہ ہو (٧٠) اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں ایک مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب میں سے کسی مذہب کے علماء موجود نہ ہوں تو اس صورت میں اسی مذہب کی تقلید واجب ہوگی اور اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں ہر مذہب کے علماء موجود ہوں تو وہاں کسی ایک مذہب کی تقلید واجب نہیں ہوگی بلکہ عامی کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جس مذہب کے عالم سے چاہے فتوی لے سکتا ہے(٧١)

الغرض فاضل مؤلف کے نزدیک ایک مقصد کیلئے تو مذاہب اربعہ کی تقلید ضروری ہے لیکن مجبوری کے تحت ان کے بغیر کسی معین مذہب کی تقلید ضروری نہیں(٧٢)

مذاہب اربعہ کی تقلید: مذاہب اربعہ کی تقلید اختیار کرنے کی تاکید اور اس سے خروج کی مخالفت اگرچہ مختصراً بیان فرمائی ہے مگر نہایت بلیغ اور عالمانہ انداز میں ابن صلاح کے قول کو نقل کیا ہے جیسے:

سبروا وبوبوا فهذبوونقحوا وجمعووفرّقوا وعللوا وفصلواوعليه ابتنی ابن الصلاح منع تقليدغير الاربعۃلان ذلک لم يدرفی غيرهم وفيه مافيه(۷۳)
چنانچہ اس اس ضمن میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس سلسلہ میں امت کا اجماع قائم ہے کہ وہ شریعت کی معرفت میں سلف صالحین کو معتبر جانیں۔ بریں وجوہ تابعین نے صحابہ کرامؓ اور تبع تابعین تابعین کو معتبر جانا۔ انہی کے طرز وطریقہ کو قائم رکھا(۷۴)لہذا ان کے بعد بھی یہی طریقہ قائم رہا۔ اور ہر زمانہ میں ہر طبقہ کے علماء اپنے سابق علماء کو معتبر جانتے رہے جس بنا پر یہ طریقہ عقلاً پسندیدہ اور قابل اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ شریعت کی معرفت نقل سے ہو سکتی ہے یا استنباط سے۔

نقل کی صحیح صورت یہ ہے کہ ہر طبقہ اپنے سابق طبقہ سے متصل طور پر حاصل کرے۔ استنباط کیلئے ضروری ہے کہ متقدمین کے تمام مذاہب کا بخوبی علم ہو تاکہ کسی موقعہ پر استنباط کرتے وقت خرق اجماع لازم نہ آئے(۷۵) کیونکہ مقلد کا قول ان کے قول پر مبنی ہوتا ہے۔ جب یہ متعین ہو گیا کہ اقاویل سلف پر اعتماد ضروری ہے تو اس صورت میں ان کے معتمد علیہ اقوال کا صحیح سند کے ساتھ مروی ہونا بھی ضروری ہے یا ان کا کتب مشہورہ میں مدون ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے محتملات، عموم کی تخصیص، مطلق کو مقید، علل اور مختلف فیہ مسائل کے درمیان جمع و تطبیق کی تمام صورتیں تلاش کرلی گئی ہوں کیونکہ ان کی صراحت و تصدیق کے بغیر ان میں اعتماد درست نہیں ہوگا(۷۶)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید کی جاسکتی ہے جبکہ دیگر مذاہب امامیہ اور زیدیہ میں بھی یہ صورت پائی جاتی ہے مگر ان کی تقلید کا حاصل یہ نہیں ہے۔

۲۔ مذاہب اربعہ کے علاوہ دیگر تمام مذاہب ختم ہو چکے ہیں اس لئے ان مذاہب کی اتباع رسول اللہ ﷺ کے فرمان "اتبعوا السواد الاعظم" کے مطابق ہی ہوگی اور ان سے خروج بھی اسی فرمان کی بجا آوری میں ہوگا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون (۷۷)

۳۔ عصر حاضر عہد رسالت مآب ﷺ سے بہت دور ہے لہذا ظالم قضاۃ یا مفتیوں کے اقوال کو معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔ (۷۸) جو محض خواہشات نفس کے غلام ہیں۔ جب تک

وہ اپنے قول کو صریحاً یادلالۃً سلف میں سے کسی ایسے شخص کی طرف منسوب نہ کریں جو صاحب عدالت (۷۹) ہو اور پھر لکھتے ہیں:

اقول فیه ان المرادیطمئن یظنه فکان لا خطأ وبان الممتنع اتباع الخطأ من حیث انه خطألامن حیث انه ظن (۸۰)

اور

وان جهل علمه دون عدالته فالمختار المنع لنا الاجتهاد شرط القبول (۸۱)

اس عنوان کے تحت بیان کردہ ساری گفتگو سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب مذاہب اربعہ کی تقلید میں حد اعتدال پر رہنے کو پسند کرتے ہیں جب تک کہ کسی مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث یا کوئی قوی دلیل اس مذہب کے خلاف پائی نہ جائے۔ جب ایسا ہو تو، اس صورت میں اس مسئلہ میں تقلید کو ترک کر دینا ہوگا۔

امام معین کی تقلید: اس سلسلہ میں قاضی صاحبؒ نے جو صراحت فرمائی ہے اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری تک لوگ نہ تو کسی مذہب کے مقلد تھے اور نہ ہی کسی معین مذہب کی تقلید واجب تھی بلکہ اس صدی کے بعد ایسا ہوا (۸۲)

قاضی صاحبؒ نے چونکہ "تقلید" کے عنوان کو انتہائی انتہائی اختصار اور ایجاز سے بیان کیا ہے لہذا تقلید اور عدم تقلید کے امصار پر تاریخی نقطہ نظر سے جو بحث فرمائی ہے وہ بھی بہت ہی مختصر ہے تاہم اس سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ واجب اصلی در حقیقت یہ ہے کہ امت میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو فرعی احکام کا تفصیلی دلائل سے حل بخوبی جانتے ہوں (۸۳) ا

ہل حق کا اس پر اتفاق ہے جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے جب کسی واجب کے ایک سے زیادہ طریقے ہوں تو بغیر کسی تعین کے کسی ایک کو اختیار کرنا واجب ہے (۸۴) مگر اس کے تعیین کے بعد یہی ایک طریقہ واجب ہوگا جو متعین کرلیا گیا ہے جبکہ سلف صالحین کے پاس واجب کے کئی طریقے تھے اور انہیں ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا واجب تھا۔ چنانچہ اس ایک کو معین کرنے کے بعد باقی ماندہ سب طریقے مسدود ہوگئے۔ جس بنا پر صرف وہی معین کردہ یا اختیار کردہ طریقہ باقی رہ گیا۔

سلف کتابتِ حدیث نہیں کرتے تھے لیکن اب بغیر معرفت کتب حدیث اس علم کا

حصول ممکن نہیں۔ سلف کو علم صرف و نحو اور لغت کی معرفت کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ عربی زبان کے تمام قواعد و ضوابط سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن دور اول سے تقلید کی بنا پر ان علوم کی تحصیل ضروری ہے۔ لہذا امام معین کی تقلید کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی نہیں (۸۵)

ماحصل بحث: ہر وہ شخص جو صرف حضرت محمد ﷺ کے دین کو مانتا ہو اور یہ بھی کہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال و حرام ٹھہرایا ہے اسے حلال و حرام سمجھتا ہو مگر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے اور نہ ہی کلام نبوی سے استنباط کا علم رکھتا ہو۔ بنا بریں وہ کسی عالم راشد کی پیروی یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا فتویٰ دیتا ہے وہ بظاہر درست ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کا متبع ہے مگر جب بھی وہ اپنی اس قائم کردہ رائے کے خلاف دیکھتا ہے بغیر کسی اصرار و جدال کے فوری طور پر تقلید کو ترک کر دیتا ہے۔ مقالہ نگار کی نظر میں اس قسم کی تقلید کا انکار اغلباً کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ استفتاء اور افتاء کا طرز عمل عہد رسالت ماٰب ﷺ سے مسلمانوں میں چلا آرہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کسی ایک مجتہد کا قول بھی کسی حدیث شریف کے مطابق نہ ہو۔ اگرچہ وہ حدیث کسی بھی درجہ کی ہو اسے ترک کر دینا ہی بہتر ہے کیونکہ کوئی اجتہاد حدیث سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ الغرض جو شخص کتاب وسنت سے نابلد ہے اس کیلئے یہ ناممکن ہے کہ وہ بذات خود تتبع اور استنباط کر سکے۔ یہ لازمی امر ہے کہ وہ کسی فقیہہ سے دریافت کرے گا کہ فلاں مسئلہ میں آنحضور ﷺ کا کیا حکم ہے۔ جب وہ فقیہہ اسے بتائے گا تو وہ اس کی اتباع کرے گا خواہ فقیہہ کا یہ قول صریح نص سے ماخوذ ہو یا صریح نص سے مستنبط ہو یا کسی منصوص پر مقیس ہو چونکہ یہ تمام صورتیں رسول اللہ ﷺ سے روایت کی صورتیں ہیں اور یہ روایت دلالۃً ہے اس صورت پر صدی بعد صدی امت کا اتفاق رہا ہے البتہ تمام امتیں اپنے شرائع میں اس صورت پر متفق ہیں مگر یہاں یہ بات قابل غور و فہم ہے کہ یہ دور عہد رسالت، آپ ﷺ سے بہت دور ہے اور امانتیں ہر طرح کی ہر طرح ضائع ہوتی ہیں۔ بنا بریں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد:

"اتبعوا السواد الاعظم" کے مطابق جائز نہیں کہ ظالم قضاۃ اور ان مفتیوں کے اقوال

پر اعتماد کیا جائے جو اتباع ھویٰ وحرص اور ہوس کے غلام ہیں جب تک کہ وہ اپنے قول کو صریحاً دلالۃً سلف میں سے کسی ایسی ہستی کی طرف منسوب نہ کریں جو صدق، امانت اور ذہانت میں معروف ہو اور اس کا یہ قول محفوظ ہو۔ اس کے ساتھ اس شخص کے قول پر اعتماد جائز نہیں ہے جس کے بارے میں ہمیں علم ہے کہ وہ اجتہاد کی شرائط کا جامع نہیں۔ چنانچہ تقلید میں اعتدال رکھنا ضروری ہے اور کسی امام کی تقلید اس وقت تک کرنا چاہیے جب تک کسی مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث یا کوئی قوی دلیل اس کے مذہب کے خلاف نہ ملے ورنہ اس مسئلہ میں تقلید کو ترک کرنا ہی احسن ہے۔ واللہ اعلم۔

حوالہ جات

۱. مخطوطہ سبحۃ المرجان فی آثارہندوستان مخرونہ درکتب خانہ دانشگاہ نمبرARFI IMSص:۱۰۹. ب ،مولاناسید محمد میاں:علماءہندکےشاندارکارنامے ،مطبوعہ ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء،بارسوم،دہلی ص:۴۷۷

۲. صدیق حسن خان القنوجی: ابجد العلوم، بال اول۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء لاہور ص:۲۳۳

۳. میرغلام علی آزاد ،ماثرالکرم،مطبع مفیدعام آگرہ حیدرآباد دکن، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ءص:۲۱۱.۲۱۲ ،صدیق حسن خان القنوجی:ابجدالعلوم،بار اول،۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء،لاہورص:۲۳۳

۴. مولانامحمداویس عالم قاسمی دربھنگہ : قاضی محب اللہ بہاری، قلمی نسخہ مملوکہ مقالہ نگارص:۱"حیدرگنج کڑا"راج گیر جانے والی شاہراہ پربہارشریف سے ۱۵کلومیٹرکےفاصلے پرواقع ہے.

۵. غلام علی آزا:سبحۃ المرجان فی آثارہندوستان ،مخطوطہ، مخرونہ درکتب خانہ دانشگاہ نمبرARFI IMSص:۱۰۹ .ب، عبدالحی:نزہت الخواطر مطبوعہ حیدرآباد دکن۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ءج:۶ص:۲۵۰ .

۶. ابجدالعلوم ج:۳ص:۲۳۳

۷. نزھت الخواطر ج۶ص:۲۵۰

۸. مخطوطہ سبحۃ المرجان ص:۱۱۰ الف

۹. مولوی رحمان علی:تذکرۃ علمائےہند ،نول کشور لکھنو،بار دوم، ۱۹۱۴ءص:۱۷۵

۱۰. سیداختراحمداورینوری:بہار میں اردو زبان وادب کاارتقاء پٹنہ، بھارت ۱۹۵۷ء ص:۱۰۶ ،سیدعلی محمدشاہ:مراۃ النظارالمسمیٰتاریخ صوبہ بہار،صبح صاد ،عظیم آباد ،بار اول ص:۲۱۹

۱۱. بہارمیںاردوزبان وادب کاارتقاء ص:۲۵۰

۱۲. مولانامحمداویس عالم قاسمی دربھنگہ(بہار)قلمی قاضی محب اللہبہاری،مملوکہ مقالہ نگارص:۱
۱۳. بہارمیں‌اردوزبان وادب کاارتقاءص:۱۰۲
۱۴. مولانا حافظ محمدعبدالاحد:شرح مسلم الثبوت،مطبوعہ،مطبع مجتبائی دہلی،۱۳۲۸ھ خاتمۃ الطبع
۱۵. مخطوطہ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص:۱۱۰ الف،یوسف الیان سرکیس:معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ،مصر۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء،ص:۵۹۵
۱۶. سیداختراحمداورینوی:بہار میں اردو زبان وادب کاارتقاءپٹنہ، بہارت ۱۹۵۷ء ص:۱۱۳.۱۱۴
۱۷. ماثرالکرم ص:۲۱۱،حدائق الحنفیہص:۴۳۱،تذکرۃعلمائے ہندص:۱۷۵ مخطوطہ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص:۱۱۰ الف،نزہۃ الخواطر ج:٦ص:۲۵۱، علمائے ہند کاشاندارماضی۴۷۹،معجم المؤلفین ج (۸،۷) ص:۱۷۹، ابجد العلوم مطبوعہ مطبوعہ لاہورج۳ :ص ۳۳، مولانامحمداویس عالم قاسمی دربھنگہ(بہار)قلمی قاضی محب اللہبہاری،مملوکہ مقالہ نگارص:۲.
۱۸. سیداختراحمداورینوری:بہار میں اردو زبان وادب کاارتقاءپٹنہ، بہارت ۱۹۵۷ء ص:۱۱۳.۱۱۴،پروفیسراخترحسین راہی:تذکرہ مصنفین درس نظامی۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء لاہورص:۲۱۱،اردودائرہ معارف اسلامیہ جلد۵ص:۱۱۸،بزم تیموریہ ص:۲۵۲
۱۹. تذکرہ علمائے ہندص:۱۷٦
۲۰. تذکرہ علمائے ہندص:۱۷٦
۲۱. حدائق الحنفیۃص:۴۳۲
۲۲. سیدمولانامحمداحسن گیلانی:ہندوستان میں‌مسلمانوں‌کانظام تعلیم وتربیت ج اول ص:۳۴۲مولانامحمداویس دربھنگہ ص:۲
۲۳. ڈاکٹرحامدعلی خان:قاضی محب اللہبہاری،قلمی مملوکہ مقالہ نگارص:۷پر"رسالۃ فی المغالطات العامۃ الورود"مولانامحمد اویس عالم قاسمی دربھنگہ(بہار)قلمی قاضی محب اللہبہاری، مملوکہ

مقاله نگارص:۸پر"رسالة مغالطات العامة الورود"لکھتےہیں جبکه دیگر سوانح نگار "حل المغالطة العامة الورود"لکھتےہیںمگرمخطوطه"الرسالة فی علم الطبعی" کے اختتام پر یه رساله شروع ہوتاہےجس کے آغازپربسم اللّٰهشریف کےبعد"من المغالطات العامة الورودلکھاہے .رساله مملوکه مقاله نگارحواله نمبر۸۰۱/۱۰۲زیراکس مخطوطه مملوکه لائبریری مسلم علی گڑھ یونیورسٹی یوپی انڈیا.

۲۴. ڈاکٹرحامدعلی خان:قاضی محب اللّٰهبہاری ص:۷(مملوکه مقاله نگار قلمی)

۲۵. ڈاکٹرحامدعلی خان:قاضی محب اللّٰهبہاری ص:۷(مملوکه مقاله نگار قلمی)

۲۶- انوار العلوم شرح سلم العلوم میں مولانا سمیع نے ذکر کیاہے کہ قاضی صاحبؒ نے مسلم العلوم کے قابل وضاحت مقامؒ کی تشریح وتوضیح منہیۃعلی سلم العلوم میں بیان کی ہے-(حاشیہ انوار العلوم شرح سلم العلوم ص:۱۵مطبوعه دہلی مطبع سعیدتاریخ ندارد)

۲۷- اس کا ذکرقاضی صاحب نے سلم العلوم کے ذکر کے ساتھ مسلم الثبوت میں ص:۵ پر کیاہے-

۲۸. بدران ابوالعنیین بدران:اصول الفقه، ص:۴۸۵ الوجیزص:٦٦٣.بعض علماءنے پٹه اور بعض علماءنے ہارکے معنی لئے ہیں.

۲۹. سیف الدین ابوالحسن علی الامدی مطبعة محمدعلی صبیح ،مصر۱۳۴۷ھ ج:۴ص:۱٦٦

۳۰. ابن الهمام کمال الدین محمدمصطفےالبابی الحلبی،مصر۱۳۵۱ھ ص:۵۴۷

۳۱. قاضی محمدالشوکانی:ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول،مصطفے البابی الحلبی مصر ،الطبعة الاولی، ۱۳۵٦ھ/۱۹۳۷ص:۲٦۵)

۳۲. مسلم الثبوت ص:۲۸۹

۳۳. محولابالا ص:۲۸۹.یہاں "امام"لکھاگیاہے جبکه بحرالعلوم "امام"کوامام الحرمین لکھتےہیں(بحر العلوم:فواتح الرحموت ج۲ص:٦۲۵

۳۴. مسلم الثبوت ص:۲۸۹
۳۵. مسلم الثبوت ص:۲۸۹
۳۶. مسلم الثبوت ص:۲۸۹
۳۷. مسلم الثبوت ص:۲۸۹ ،اور ارشادص:۲٦۷
۳۸. مسلم الثبوت ص:۲۸۹ ،اور ارشادص:۲٦۷
۳۹. مسلم الثبوت ص:۲۸۹ ،اور ارشادص:۲٦۷
۴۰. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۴۱. مسلم الثبوت ص:۲۹۰ ،اور ارشاد ص:۲٦۷
۴۲. مسلم الثبوت ص:۲۹۰ ،اور ارشاد ص:۲٦۷
۴۳. مسلم الثبوت ص:۲۹۰ ،اور ارشاد ص:۲٦۷
۴۴. مسلم الثبوت ص:۲۹۰ ،اور ارشاد ص:۲٦۷
۴۵. مسلم الثبوت ص:۲۹۰ ،اور ارشاد ص:۲٦۷
۴۶. مسلم الثبوت ص:۲۹۰ ،اور ارشاد ص:۲٦۷
۴۷. بحواله شاه ولی اللّٰهدہلوی:عقد الجیدفی احکام الاجتهاد والتقلید، مطبعه مجتبائی دہلی،۱۳۴۴ھ ص:۳٦
۴۸. مسلم الثبوت ص:۲۹۱
۴۹. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۰. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۱. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۲. مسلم الثبوت ص:۲۹۰.۲۹۱
۵۳. مسلم الثبوت ص:۲۹۱
۵۴. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۵. ãمسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵٦. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۷. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۸. مسلم الثبوت ص:۲۹۰
۵۹. مسلم الثبوت ص:۲۹۱
٦۰. مسلم الثبوت ص:۲۹۲

٦١. مسلم الثبوت ص:٢٩١
٦٢. مسلم الثبوت ص:٢٩١
٦٣. مسلم الثبوت ص:٢٩١
٦۴. امام نوووی:شرح المهذب ج١ص: ٥٥ بحواله عقدالجید:شاه ولی الله دہلوی، ص:٨٩
٦٥. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
٦٦. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
٦۷. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
٦٨. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
٦٩. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷٠. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷١. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷٢. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷٣. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷۴. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷٥. مسلم الثبوت ص:٢٩٢
۷٦. مسلم الثبوت ص:٢٩١
۷۷. مسلم الثبوت ص:٢٩١
۷٨. مسلم الثبوت ص:٢٩٠
۷٩. مسلم الثبوت ص:٢٩٠
٨٠. مسلم الثبوت ص:٢٩٠
٨١. مسلم الثبوت ص:٢٩٠
٨٢. مسلم الثبوت ص:٢٩٠
٨٣. مسلم الثبوت ص:٢٩٠
٨۴. مسلم الثبوت ص:٢٩١
٨٥. مسلم الثبوت ص:٢٩١
٨٦. مسلم الثبوت ص:٢٩١
٨۷. مسلم الثبوت ص:٢٩٢